مقاصد واہداف کے اظہار کے لیے یہی نام زیادہ موزوں تھا، اس لیے اس متقی مجاہد عالم کی تجویز پر اس جماعت اور اس کے ہیڈکوارٹر کا نام 'التقریب' ہی رکھا گیا۔

○ **البنا کا رسالہ 'تقریب' کا معمار**: یہ بیان کرنا برمحل ہے کہ جناب البنا اپنے رسائل میں ایسا مواد شائع کرنے کا اہتمام کرتے تھے جو اہلِ سنت اور اہل تشیع کو ایک دوسرے کے قریب کردے۔ وہ دارالتقریب کی آواز کو سعودی عرب تک پہنچانے میں بھی تعاون کرتے رہے۔ محمد تقی قمی کی یادداشتوں کے مطابق: ''حجاز میں سید ابوطالب یزدی کے واقعہ قتل کے بعد برسوں تک ایرانیوں کا حج کے لیے جانا موقوف رہا۔ اس کے بعد ایرانی حج پر جانے لگے تو 'دارالتقریب' نے پانچوں فقہوں (چار اہل سنت اور ایک مذہب شیعہ امامیہ) کے مناسک حج کو یک جا شائع کرنے کا ارادہ کیا، تاکہ اہلِ تشیع کے بارے میں ذہنوں میں پیدا ہونے والی تشویش کو ختم کیا جاسکے۔ اس مطبوعہ مجموعے کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا تھا کہ سنی و شیعہ دونوں اگرچہ تمام مناسک حج میں متفق نہیں، لیکن زیادہ تر مناسک میں ان کا فقہی موقف یکساں ہے۔ مناسکِ حج کے پانچوں فقہوں کے یک جا اس مطبوعہ کو، حج کے موقعے پر سعودی عرب میں تقسیم کرنے کے لیے بھیجنا ممکن نہ تھا کیونکہ میزبان حکومت کی ہدایت کے مطابق اس کی اجازت نہ تھی۔ شیخ حسن البنا نے اس کا حل ڈھونڈ لیا، انھوں نے یہ سارے مناسک اپنے پرچے میں شائع کردیے اور اپنے پرچے کو حج کے ایام میں سعودی عرب بھجوا دیا۔ یہ پرچہ حاجیوں میں تقسیم کیا گیا جس کا خاطرخواہ اثر ہوا۔ اسی سال حسن البنا نے حج کیا اور انھوں نے وہاں آیت اللہ ابوالقاسم کاشانی (ایران میں تیل کو قومیانے کی تحریک کے راہ نما) سے ملاقات کی''۔

علامہ سید ہادی خسروشاہی نے مجھے بتایا کہ ایران کے بعض بڑے علما البنا مرحوم کے عملی اقدامات کو خوب سراہتے تھے، چنانچہ سید ہادی جب ۱۳۷۵ھ میں ایک بڑے عالم آیت اللہ سید رضا الصدر کی محفل میں حاضر ہوئے تو وہ حج کے عمرانی پہلوؤں پر گفتگو کے ساتھ ساتھ اور اسلامی اتحاد کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے بتا رہے تھے کہ مرحوم البنا نے اپنے حج کے سفر کے دوران مصریوں کو اہلِ تشیع کی حقیقت سے آگاہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے شیعوں کے بارے میں اہل مصر میں پائے جانے والے شکوک وشبہات ختم کرنے میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس موقع پر آیت اللہ الصدر نے حاضرین کی طرف بطور خاص توجہ کرتے ہوئے زور دے کر

کہا: ''آپ لوگ شیخ حسن البنا سے ضرور واقف ہوں گے۔ وہ ایک عظیم انسان ہیں۔ وہ اخوان المسلمون کے عالمی قائد ہیں''۔

یہ تھے حسن البنا جو تشکیک، تکفیر اور تفسیق کے دور میں اپنے نظریہ وعمل میں ہم آہنگی و مطابقت پر قائم تھے، جس کے لیے بڑی جرأت وشجاعت چاہیے۔ مسلمانوں کو باہم قریب کرنے کا یہی جذبہ حسن البنا کی جماعت کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے اور اب یہ جذبہ اس جماعت کے طفیل پوری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اس جماعت کے بنیادی اصولوں میں یہ بات داخل ہے کہ فرقہ وارانہ اور فقہی جھگڑوں سے دور رہا جائے۔ اخوان ہمیشہ اسلامی جذبے سے سرشار رہے ہیں، وہ حقیقی روح اسلام سے وابستہ رہے ہیں۔ ان کی جماعت کا وجود کسی ایک فقہ کے پابند حضرات تک محدود نہیں۔ وہ فروعی اختلافات سے دور رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان اختلافات سے روکتے ہیں۔

حسن البنا کے جانشین بھی انھی کے نقش قدم پر چلے اور اسی روش پر زور دیا۔ چنانچہ اخوان کے ایک مرشد عام مصطفیٰ مشہور مرحوم نے سید خسرو شاہی کے نام اپنے ایک خط میں لکھا: ''اخوان المسلمون، جب سے اپنے پہلے مرشد عام امام حسن البنا کے ہاتھوں قائم ہوئی ہے، فقہی، مذہبی اور دینی وفکری اختلافات کے باوجود تمام مسلمانوں کو وحدت واتحاد کی دعوت دیتی ہے، کیونکہ مسلمان اپنے دشمنوں کے سامنے ذلیل ورسوا ہوئے ہیں تو تفرقہ اور تنازعات کی وجہ سے اور نفرت وبغض تک لے جانے والے اختلافات کی وجہ سے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور فرماتا ہے: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَاجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اخوان کی فکری بنیاد فہم دین پر دیکھتے ہیں، جسے امام حسن البنا نے اپنے ۲۰ اصولوں کے ذریعے واضح کیا۔ قانون سازی کا مصدر قرآن کریم اور سنت مطہرہ ہیں۔ شہادتین ادا کرنے والے اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنے والے کسی بھی مسلمان کو ہم اس وقت تک کافر قرار نہیں دیتے، جب تک کہ وہ کسی کفریہ عمل کا مرتکب نہ ہو۔ ہمارے یہاں امام البنا کے اس مقولے نے خوب شہرت پائی ہے، حتیٰ کہ یہ سنہری اصول کہلانے لگا ہے کہ: ''جس چیز پر ہم متفق ہیں اس پر باہم تعاون کرتے ہیں اور جس بات پر ہم میں اختلاف ہے، اس میں ہم ایک دوسرے کو اختلاف کا حق دیتے ہیں''۔ مطلب صاف واضح ہے کہ

اتفاق اصول میں اور اختلاف فروع میں ہوتا ہے۔

حسن البنا اپنے اقوال و افعال میں اس معاملے میں بہت دل چسپی لیتے تھے۔ میں نے ان کے ہم عصر بڑے علما کے ساتھ ان کی ۱۳۲۵ھ کی ایک تصویر دیکھی ہے۔ ان علما میں عبدالمجید سلیم شیخ الازہر، مفتی امین الحسینی، محمد تقی قمی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تصویر دار التقریب بین المذاہب الاسلامیہ کے ایک اجتماع میں لی گئی تھی۔ ایران اور دوسرے ممالک کے شیعوں کے ساتھ اخوان کا عملی تعاون گذشتہ صدی کے ۵۰ کے عشرے سے ہے اور ایرانی انقلاب کے بعد بھی قائم ہے۔

مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد و یک جہتی قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ سنیوں اور زیدی شیعوں یا اثنا عشری شیعوں میں اختلافات صرف کچھ فروعات تک ہیں۔ ان میں ہر ایک اللہ کو معبُودِ برحق، رسولؐ اللہ کو اللہ کا آخری رسولؐ، قرآن کریم کو قانون سازی کا پہلا اور سنت مطہرہ کو دوسرا مصدر قرار دیتا ہے۔ سب ایک قبلے کی طرف رخ کرتے ہیں۔ دین لوگوں کی خواہشات کا تابع نہیں ہے، اب وقت آچکا ہے کہ تفرق کے بھڑکتے شعلوں کو بجھا کر اس فتنے کو سرے سے مٹا دیا جائے۔ (مصطفیٰ مشہور، ۲۷ رجب، ۱۴۲۳ھ، قاہرہ)

مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے کا یہی جذبہ عظیم داعی محمد الغزالی مرحوم، حسن الہضیبی مرحوم، عمر تلمسانی، سید قطب شہید، محمد حامد ابوالنصر، مامون الہضیبی، علامہ یوسف قرضاوی، ڈاکٹر حسن ترابی اور استاد محمد مہدی عاکف وغیرہ کی تحریروں میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک اخوان المسلمون کی سب سے بڑی صفت اعتدال اور میانہ روی ہے۔ اخوان کے بارے میں استاد محمود عبدالحلیم اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ''اخوان المسلمون کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ انھوں نے بغیر کسی انحراف یا افراط و تفریط کے، میانہ روی اور اعتدال کو اپنا رکھا ہے۔ کمال یہ ہے کہ انھوں نے یہ کامیابی انتہائی سخت نا مساعد حالات، منہ زور خواہشات اور سخت مزاج لوگوں کی طرف سے انتہا پسندانہ افکار کے پھیلاؤ کے زمانے میں حاصل کی ہے''۔

اتحاد و یک جہتی کا یہ جذبہ ان کے لٹریچر میں بھرپور انداز سے نظر آتا ہے۔ وہ نہج البلاغۃ کے حوالے دیتے ہیں، جس میں حضرت علیؓ کے شان دار کلمات یک جا کیے گئے ہیں۔ مثلاً الاستاد عبدالحلیم حضرت علیؓ کے اس خط پر تبصرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں جو انھوں نے مصریوں کی گورنری

کے بارے میں مالک بن اشتر کے نام لکھا تھا۔

یہ نتیجہ ہے امام البنا کی بلند پایہ تعلیمات، شان دار راہ نمائی اور پوری اُمت کے لیے ان کی کھلی دعوت کا۔ مرحوم کو ایک طرف تو علما کے ایک طبقے اور دوسری طرف غالی صوفیوں کی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کا ایک سبب یہ تھا کہ آپ کی دعوت میانہ روی کی جانب بلاتی تھی۔

گذشتہ صدی کے تیسرے عشرے میں امام البنا نے اخوان المسلمون کے رسالے میں ایک مضمون لکھا، اس مضمون میں آپ نے ایک بڑے سائز کی مربع شکل بنائی۔ اس مربع کے چاروں طرف اندر: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا اور اس مربع کے مرکز میں ایک چھوٹا سا مربع بنایا۔

اس کے بعد آپ نے لکھا کہ: ہمارے جو بھائی ہم پر تنقید کرتے ہیں وہ گویا اپنی دعوت کو اندرونی چھوٹے مربع تک محدود کیے ہوئے ہیں۔ یہ حضرات اپنی دعوت کو صرف ان لوگوں تک محدود کیے ہوئے ہیں جن کے بارے میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ان ہی کا عقیدہ صحیح ہے، حالانکہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اس کے برعکس ہم اپنی دعوت کا رخ ہر اس شخص کی طرف کرتے ہیں جو توحید الٰہی و رسالت محمدیؐ کی گواہی دیتا ہے، خواہ وہ شخص اسلام کی تعلیمات و افکار میں کتنا ہی کوتاہ و کمزور کیوں نہ ہو۔ ہم اس سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی شوکت رفتہ کو واپس لانے کے لیے اسلامی اخوت و بھائی چارے میں ہمارے ساتھ مل جائے۔ ہم اپنی اس دعوت میں اقرار شہادتین کے سوا، اس شخص پر کوئی اور شرط عائد نہیں کرتے۔ چنانچہ ہماری اس دعوت کو اسلامی تعلیمات پر ایمان و عمل کے لحاظ سے مختلف سطحوں اور درجوں کے لوگ قبول کرتے ہیں''۔

غرض یہ کہ حسن البنا اس طریق کار کو ہدایت پر چلنے اور اسلامی عمل کو معاشرے میں مکمل طور پر پھیلانے کا ایک قدرتی حل سمجھتے تھے۔ وہ اصولی و فقہی میدانوں میں پُرسکون علمی مکالمے کا دروازہ کبھی بند نہیں کرتے۔ اسی طرح وہ عقائد و تاریخ کے میدان میں بھی پُرامن مکالمے پر یقین رکھتے تھے کہ یہی ایک پسندیدہ اور معقول روش ہے، یعنی شہادتین اور ایمان و اسلام کے ارکان پر ایمان کے دائرے میں رہتے ہوئے مکالمہ۔ اللہ تعالیٰ حسن البنا پر رحم فرمائے، آپ کو بہترین جزا دے۔ ہم آپ کی پاک روح اور عظیم فکر کو سلام پیش کرتے ہیں۔

❊❊❊

بیدار مغز داعی

جنرل عزیز المصری°

شہید حسن البنا کے ساتھ میرا پہلا تعارف، ۱۹۳۷ء میں، لندن سے واپسی پر ہوا۔ میں اس وقت ولی عہد کے ساتھ تھا۔ تین حضرات میرے انتظار میں تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ اخوان المسلمون کے لوگ ہیں۔ میں نے کہا کہ میں ان لوگوں سے نہیں ملنا چاہتا، چونکہ میں سمجھتا تھا کہ اخوان المسلمون تجدید و انقلاب کی فکر کی نمایندہ ہے۔ اگرچہ وہ جیکٹ اور پتلون میں ملبوس تھے، تاہم ان کے لباس انتہائی سادہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے ہاتھ میں تسبیح کے بجائے کتاب اٹھا رکھی تھی اور وہ میرے ساتھ اسی کتاب کے مندرجات پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا ضرور مگر ملاقات سے صاف انکار کر دیا۔

میرے تعجب کی اس وقت انتہا نہ رہی جب اگلے روز، تینوں میں سے ایک صاحب پھر

° مصر کی نمایاں عسکری شخصیت' خلافت عثمانیہ کے سقوط سے قبل آپ ترک فوج میں افسر تھے۔ آپ نے بلقان کے محاذ پر ترک فوج کے ساتھ مل کر جنگ لڑی۔ پہلی عالمی جنگ میں مصری اور ترکی افواج کے کمانڈر تھے۔ ۱۹۳۹ء میں مصری فوج کے چیف آف دی سٹاف کے عہدے پر پہنچے۔ آپ برطانوی قبضے کے مخالف تھے۔ دوسری عالمی جنگ میں آپ نے مصر سے باہر فرار ہو جانے کا ارادہ کیا، تاکہ جرمنوں کی صفوں میں شامل ہو کر، انگریزوں کے خلاف لڑیں اور اس طرح مصر کو برطانوی قبضے سے نجات دلائیں، مگر آپ کے فرار کی یہ کوشش اس لیے ناکام ہوگئی کہ جس جہاز کے ذریعے آپ فرار ہونا چاہتے تھے وہ گر کر تباہ ہوگیا۔ آپ کے ساتھ لیفٹیننٹ جنرل عبدالمنعم، عبدالرئیس اور حسین ذوالفقار صبری بھی فرار ہونے کا منصوبہ بنائے ہوئے تھے۔ آپ مصری فوج کے اندر قومی تحریک کے اعلیٰ رہنماؤں میں سے ایک تھے۔ ترجمہ: محمد ظہیر الدین بھٹی